

امتحانوں کی کامیابی تحصیل علم کا مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے ایک جیشیت اظہارِ لیاقت کی اور ایک ملا تھصیل علم کا حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر تم کو عربی پڑھنے کا شوق ہے تو بی۔ اے۔ پاس کرنے کے بعد بجائے خود پڑھ دلتنا۔ یہ علم معمور شہرورات سے ہے کہ عربی، فارسی، انگریزی اسکوں میں نہیں آتی کیوں کہ مکتبوں اور مدرسوں میں مقصود بالذات انگریزی ہے نہ کہ عربی۔ فارسی تو کوئی ایسی چیز نہیں۔ لیکن عربی کا فلم ادب اور پر محفلات و متقولات وغیرہ طاکے بہت ہی وسیع لڑپھر ہو جاتا ہے جس کے لیے ایک عمر مطابع اور خوانندگی کی ضرورت ہے۔ میں ہر گز کسی ہندو یا مسلمان نوجوان طالب علم کو یہ رائے نہ دوں گا کہ وہ مدرسہ کی تعلیم کا وقت جو نہایت ہی محدود اور بیش قیمت ہے، فارسی یا عربی ہونسکرت کے پڑھنے میں ضائع کرے۔ اس کے چند وجوہ ہیں۔

(۱) ان زبانوں کے پڑھنے یا علوم حاصل کرنے سے قومی جیشیت اور مذہب کا حفظ اور بقا اگر متتطور ہے تو وہ اس قسم کی پڑھائی سے بودھوں میں ہوتی ہے حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۲) شکیل کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کتابوں کا انتخاب اس قسم کا ہوتا ہے کہ ان کو انگریزی کتابوں کے ساتھ ہی ساتھ پڑھنے سے ایک قسم کا تفریق پہنچے علوم سے پیدا ہوا اور کوئی تفعیل ہو نہیں سکتا۔ مثلاً جو طلباء ایسی عمدہ کتابیں جیسے ملکی کی کتاب سلوف پھر، بکسلی کی کتاب کے سرش یا ہلپ کی کتاب ایز وغیرہ پڑھتا ہو اس کے سامنے وہ کتابیں جو ترمیمات اور جمیٹی خواہدوں سے بھری ہوئی ہیں، ان کی کیا وقاحت ہو سکتی ہے۔ مجھے تجھ ہے کہ افہابِ تعلیم کے انتخاب کے وقت میران کیسی فارسی اور عربی کی عمدہ کتابوں کے نام کیوں

بھول جاتے ہیں۔ کیا فارسی اور عربی میں صرف اتنی ہی کتابیں ہیں جن کا انتخاب اکثر نصاب ہائے تعلیم میں دیکھا گیا ہے۔

میرا رادہ ہے کہ ایف۔ اے۔ کے پاس کرنے کے بعد تم سے بجاۓ بی۔ اے۔ کے بی۔ ایس۔ سی۔ کا امتحان دلوں گا اور انشاء اللہ اس کی کامیابی کے بعد تمہاری تعلیم گھر پر ہوگی۔ کہیں اور طالب علموں کی دیکھاویکھی تم لاکلاس میں نام نہ لکھوالینا اور اگر ایسا کرنے بھی تو صرف علم حاصل کرنے کے لیے نہ اس غرض سے کہ وکالت کا امتحان دے کر اس کو ایک ذریعہ اخذِ معاش کا قرار دو۔ میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ وکالت کا پیشہ برائے یا اس پیشہ کے لوگ دیانت دار نہیں ہوتے جیسا کہ مشہور ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ وکالت کے پیشہ میں افراط و تفریط کی ترغیبیں بے شمار ہیں اور احتیاط و شوار غرض کے خطرناک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ بہر صورت اسلام ہی ہے کہ اس اندیشہ ناک راستے سے درگذرو۔

علاوه اس کے ملک کو اس کی ضرورت بہت کم ہے۔ ہزار ہاد کیل اور میر سڑاٹ لاخ دلکے فضل سے موجود ہیں۔ ان علوم کا حاصل کرنا واجب کفایت بلکہ بعض صورتوں میں واجب عینی ہے جس کے جاننے والے قوم میں کم ہیں اور جس کی قوم اور ملک کو از حد ضرورت ہے۔

میں نے سنا ہے کہ تمہارے مدرسے میں علم ہدیث کا کوئی امتحان مقرر ہوا ہے۔ میں اس کوئی کے بہت ہی خوش ہوا۔ اس علم میں چارے بزرگوں نے بہت محنت کی تھی جس کا ثبوت علم ہدیث کی بسط تاریخوں سے مل سکتا ہے۔ اس وقت میری میز پر ایک کتاب علم ہدیث کی مع ایک محض فریغ انگریزی زبان میں موجود ہے۔ رد دلیف الف میں ال (عربی حرفت قریف)

سے جو لفظیں شروع ہوتی ہیں، ان کا شمار پچاس کے قریب ہے اور عربی الاصل الفاظ کا ذکر نہیں۔ اگر تمہارے درجے کے طالب علم ہمیٹ کے کلاس میں داخل ہونے کے مجاز ہوں تو تم بھی ضرور نام لکھو والوں اور اس کے کورس کی کتابوں کے نام مجھ کو لکھ کر بحث دو۔ جو کتابیں میرے کتب خانہ میں موجود ہیں میں بحث دوں گا باقی لکھتے سے منگوں لینا۔ گرمیوں کی تعطیل میں ہم تمہیں دہ آلات علم ہمیٹ کے دھنائیں گے جو ہم نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اور وقتاً فوقتاً ان مشاہدات کا بھی تذکرہ کریں گے جو ان سے ہو سکتے ہیں۔

ریسمہ دعا و عابد آزاد ہی۔ ۲۱ ربیون ۱۸۸۹ء

مخدوم بندہ جناب مزا ایسا حبیلیم! میں نے خارج چاہنا ہے کہ آپ نے اس زمانے میں کوئی کتاب جریقیل میں عربی زبان سے اردو میں ترجمہ کی ہے۔ اگر وہ کتاب چھپ گئی ہو تو اس کا ایک نسخہ مجھ نہ کو بحث دیجیے اور اگر نہ چھپی ہو تو کسی اوسط درجے کے کاتب سے لکھو اکر روانہ فرمائیے۔ میں بہت ہی ممنون ہوں گا۔ لتنا ادب کے ساتھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فی زمانہ اس علم میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ کی ہر تصنیف کو نہایت قدر کی تکاہ سے دیکھتا ہوں۔ اگر آپ کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ فرمائتے تو شاید قوم اور ملک کے لیے زیادہ مفید ہوتا۔

آپ کا نیاز مند قدیم ظہور الدین ایم۔ اے۔

قدروان بندہ مولوی ظہور الدین صاحب ایم۔ اے۔ دہلوی تسلیم!  
بکواب آپ کے عنایت نامہ مورخ ۲۴ ربیون ماہ و سنه حال عارض مدعی

ہوں۔ میں نے دائیٰ ایک رسالہ جرثقیل علی کا جس کے دیباچہ میں صفت نے پہنچا نام ابو علی سکھا تھے، فارسی سے اردو میں ترجیح کیا ہے۔ اس رسالے کی تصنیف سے قوم کو جرثقیل علی کا سکھانا مستظر نہیں ہے۔ اس مطلب کے لیے بقول آپ کے کوئی کتاب انگریزی کی ترجمہ کرنا ضروری ہے بلکہ اس ترجیح سے دو مقصود ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک ہونہار نوجوان طالب علموں کی نیجگاہ میں قومی و قومت کا قائم رکھنا منظور ہے جس کی میرے نزدیک اس زمانے میں اشد ضرورت ہے، دوسرا یہ ایک اہم اور اس کتاب کے ترجیح کا مقصد ہوا وہ یہ کہ میکاہات بسیط جس کا ذکر اس مختصر رسالے میں ہے یعنیہ وہی پس جو اس زمانے کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں مثلاً مخوبی، بیجم، دواب، ولب، الفین وغیرہ۔ اس عمل رسالہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بُرہانی طور سے یہ علم اُسی زمانے میں ایک حدیث ترقی کر چکا تھا۔ افسوس کوئی کتاب بُرہانی وستیاب نہیں ہوئی جس بِ الحکم آپ کے ایک تعلیم رسالہ مطلوبہ کی روائی کرتا ہوں۔ اگر وہی میں کوئی کار خانہ اس کتاب کے چھپنے کا ذمہ ہے تو بتے تکلف بلا تعلیم حق تاییف دیدیجیے گا۔

ایک خوشخبری آپ کو اور ساتا ہوں کہ ایک نو محقق طوسی کی اقلیتیں کا جس میں پورے پندرہ مقالے سعی حواشی اور تعلیقات وغیرہ کہیں، مجھ کو دستیاب ہو گیا ہے میرا مصشم ارادہ ہے کہ اس کو جنبہ چھپوادوں۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ کتاب اردو انگریزی دونوں زبانوں میں ترجیح ہو کر شائع کی جاتی۔ مگر افسوس کہ مجھ کو زمانہ مہلت نہیں دیتا۔ اور کوئی صاحب اس بار کو اپنے ذمہ نہیں لیتے۔ باقر نے بی۔ ایس۔ سی۔ کا امتحان ماشاء اللہ پاس کرنے والگر وہ ابھی عربی زبان کے اصطلاحات علی سے نا بلد ہے ورنہ اس کو اس کام میں اپنا شرک کر لیتا۔ باقر نے میرے کہنے سے دکالت کے امتحان کی گوشش نہیں کی اور نہ اُسے مثل اور وصلمند نوجوانوں کے

نوکری کی نگر ہے۔ امید ہے کہ ملکی مقاصد میں وہ میں ہو گا۔ بالفعل اسی فرض سے میں نے اس کو عربی معمولات پڑھانا شروع کیا ہے۔ اشتقی میتی ڈائلا تمام من اللہ۔

دہلی میں ایک صاحب میر احسان علی نامی کشمیری دروازے کے قریب تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے آبا و اجداد علم ریاضیہ میں اپنے ہجد کے کالمین شمار کیے جاتے رہتے۔ جب میں دہلی گیا تو با تفصیل ان سے ملا تھا۔ بیجا رے بہت پریشان حال تھتے۔ ان کے پاس ایک اسٹرالاب جس کا قطر دس اپنچ تھا۔ لاہور کی بنی ہوئی نہایت ہی عمدہ بحثی اور وہ اسے بیچتے تھے۔ پانچ سور دہیہ قیمت کہتے تھے۔ افسوس! اس وقت میرے پاس روپیہ نہ تھا۔ آپ براہ عنایت ان سے دریافت کیجیے۔ اگر وہ اب تک نہ بھی ہو تو میرے واسطے فریڈ یجیے۔

آپ کے چچا مولوی ریاض الدین صاحب ان سے اپنی طرح واقف ہیں۔ اس لیے آپ کو ان کی تلاش کرنے میں وقت نہ ہوگی۔

نیاز کیش عابد

مرزاد۔ بے محظی بندہ یہیں! رسالہ مرسل پہنچا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رسالہ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مجھے اس کا فخر حاصل ہوا کہ ایک کتاب آپ کے وظائف خاص سے میرے کتب خانے میں شامل ہوئی۔ مگر آپ نے کیوں تکلیف کی اسی کھوادیا ہوتا۔ واقعی کیا عمدہ رسالہ ہے اور ترجمہ کا حق آپ نے خوب ادا کیا ہے اور کچھ سمجھتے ہوئے درستا ہوں۔ اس لیے کہ آب زیادہ تعریف کو پسند نہیں فرماتے اگرچہ وہ امر حق ہی کیوں نہ ہو۔

چچا جان سے دریافت کر کے ہیں خود میر احسان علی کے مکان پر گیا تھا۔

بالفعل وہ پیارا میں ہیں مگر ان کے صاحبزادے کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ اس طریقہ  
ایک صاحب جرمی سے آئے تھے وہ سات سور و پیر کو خرید لے گئے۔

اس بات کے دریافت ہونے سے مجھ کو کچھ زیادہ افسوس نہیں ہوا۔  
اس لیے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ اصولِ علوم سے باخبر ہیں اور میں جب بخوبی  
تحا تو آپ کے ہاتھ کا بننا ہوا اس طریقہ خود دیکھا تھا۔ میرا اعتقاد مجھے تین دلائی ہے  
کہ میر احسان علی والا اس طریقہ اسی سے کسی طرح بہتر نہ ہو گا۔ بالفعل آپ کے پاس  
سور و پیر کی بچت ہو گئی ورنہ مجھ کو تعییل ارشاد ضرور ہی کرنا ہوتی اور پاسخ سور و پیر  
آپ کے بلا ضرورت صرف ہو جاتے۔ تحقیق طوسی کی اقلیدسِ محشی کے دیکھنے کا  
میں بھی مشتاق ہوں۔ ممکن ہو تو اسے چھپوادیجیے۔ بھائی باقر حسین سلسلہ کے  
امتحان میں پاس ہونے کی خبر مجھے ان کے خط سے معلوم ہو چکی تھی اور ان کو میں  
مبارک باوجی دے چکا ہوں۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے مثل  
ان کو بھی تارک الدینیا بنا ناچاہتے ہیں مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ ان کا ذاتی مشاور  
کیا ہے۔ کیا وہ اپنی آئندہ زندگی کو ملک اور قوم پر شمار کرنے کے لیے آمادہ  
ہو گئے۔ اگر ایسا کیا تو بہت بُرا کیا چھپا جان کی طرف سے آپ کو سلامِ شوق کو  
کراس عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔ فقط

عَقِيدَتُ آمِين  
ظہور الدین

عنایت فرمائے بیکاراں جناب مزرا صاحب دام مجدہ تسلیم!  
یہاں بہہد دجوہ خیرت ہے اور آپ کی خیرو عافیت کا درگاؤ قاضی الحجاج  
سے شب و روز نیک مستدعی رہتا ہوں دریں دلابا عیش تحریر نیاز نامہ ہذا یہ ہے

کرنے کی تقریب کنندائی ہونے والی ہے۔ اس کے واسطے کچھ اسباب تو پہلے سے موجود ہے اور کچھ اسباب خریدنا ہے حسین الدین کی والدہ نے کل شب کو یہ صلاح دی کہ مزرا صاحب بالفعل تکھنو میں تشریف رکھتے ہیں۔ جو کچھ خریدنا ہے ان کو سمجھو، وہ خرید کر اس کے نسبج دیں۔ اگرچہ مجھے معلوم تھا کہ آپ تکھنو میں ہیں مگر یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ آپ کو اس مائدۂ خاص میں تکلیف دوں۔ بہر صورت ایک فہرست اسباب خریدنے ملفوظ خط ہذا ہے۔ اس کے موافق کسی آدم معتبر کی معرفت خرید کر کے بذریعہ ریلوے بہت جلد روانہ فرمائیے کہ عین احسان ہو گا۔ خدا کرے کہ آپ شادی کے وقت تک یہاں آجائیں تو اس کا خیر میں مجھ کو آپ سے بہت مدد ملتے گی۔ یہ بھی اطلاقاً گذارش کیا جاتا ہے کہ نور پیشی کی شادی کا جہاں سے پہلے پیام ہوا تھا اور پھر بعد وہ کچھ چکر لئے نکل آئے تھے وہی تقریر ہو گیا۔ حسین الدین کی والدہ کچھ زیادہ خوش نہیں ہیں مگر قومیت کے لحاظ سے میں راضی ہو گیا۔

حسین الدین کی والدہ کا یہ بھی خیال تھا کہ اسباب جہیز وغیرہ کے خرید نے کیا ضرورت ہے اور لڑکے کے والدین بھی اسی بات پر زور در دیتے ہیں کہ لقد دیدیا جائے مگر میری رائے ہے کہ جب دینا ہی ہے تو نام کر کے کیوں نہ دیا جائے۔ چار اپنے پرایوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ کیا کیا دیا گیا اور روپیوں کی تھیلیاں یا نوٹ اگر چکنے سے دیے گئے تو اسے کون جلنے گا۔

رجب آئندہ کی ادائی تاریخوں میں، شادی سے فراغت ہو جائے گی۔ خیر، مزرا صاحب خدا نے اس فرض سے بھی ادا کیا۔ سب چھوٹے بڑے دل کی طرف سے دعا، بندگی، سلام قبول ہو۔

مکر عرض یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے آپ کا آنا ہو سکے تو عزیزی با فریضین اور لشٹ امسکان ان کی والدہ کو ضرور روانہ کر دیجئے گا ورنہ شکایت ہو گی بلکہ میں

تو کہتا ہوں کہ اگر آپ اس موقع پر تشریع رکھتے ہوتے تو بہت بہتر تھا۔  
فقط

راقم ہدایت حسین پیشکار

سید صاحب من سلیم۔ مبارک باد! عنایت نام آپ کا آیا۔ اگرچہ شادی بیان کے موقع پر کوئی امر و مسئلہ متداں باپ کے خلافِ طبیعت لکھنا اکثر ناگوار ہوتا ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ شخص اپنی آزاد رائے کے خواہ ہر کرنے پر کسی طرح منع نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ دو امردوں میں مابین آپ کی رائے اور حسین الدین سلمہ کی والدہ یعنی آپ کے اہل خانہ کی رائے کے اختلاف ہے اور دونوں امردوں میں حق آپ کی بیوی کی طرف ہے۔ مگر کچھ لکھتے نہیں بن پڑتا۔ اگر شادی کا تقریر ہو گیا اور معابرے طرفین سے طے پائے تو اب یہ لکھنا فضول ہے کہ آپ نے اچھانہ کیا۔ ماشاء اللہ صاحزادی آپ کی خواندہ اور نہایت ہی سلیم انطباع ہے اور وہ نوجوان جو آپ کا داماد ہونے والا ہے، میں نے سن لیے (خدا کرے جھوٹ ہو) الف کے نام تے بھی نہیں جانتا۔ قومیت کے باب میں ہر کرشک آرڈ کافر گرد۔ مگر جناب اُگر لڑکی کی عافیت متنظر تھی تو اس جاہلانہ قومیت کے خیال کو چوٹھے میں ڈالا ہوتا۔ اب جب ڈرائیور مجھے اور میرے مثل آپ کے اور دل سوز دستوں کو یہ کہنا ہی پڑے گا۔ الخیر فی ما و قع۔

یہ جو آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگرچہ لا کا جاہل ہے لیکن نہایت ہی غریب اور کشمکش ہے۔ اس کا میں قائل نہیں۔ اس لیے کہ آپ کو اس کا تجویز کیس طرح ہوا؟ اور اگر ہوا بھی تو وہ غلط اصول پڑھنی ہے۔ سونا جانے کے اور آدمی

جانے بسے جناب دلڑ کا جب آپ کے مکان پر بطورِ دکھوئے کے آیا ہوا کا توکیا  
آپ سے اسی وقت ٹھانی گلچ کرتا یا شست مشت کرتا تو آپ کو اس کی جاہلیت کا لیفیں  
ہوتا۔ جاہل سے سوائے جاہلیت کے اور کس بات کی توقع ہو سکتی ہے۔ بہر صورت  
جو کچھ آپ نے کیا میں تو اسے کبھی اچھا نہ کہوں گا۔ مگر ہر کے مصلحت خوشنخاہ میداند  
دوسرے امر یہ ہے کہ بھائی صاحبہ کی رائے بہت ٹھیک ہے کہ نقد روپیہ  
دے دیا جائے۔ افسوس ہے کہ آپ ایسے لاٹ خواندہ شخص کے ایسے پست  
خیالات ہوں۔ اول تونام کا خیال ہی اللغو ہے اور اگر بالفرض ہو بھی تو اپنے  
صلع کے کسی لوگ اخبار میں چھپوادیجیے یا مجھ کو اجازت دیجیے پس چھپوادوں گا  
کہ میرہ ایت حسین صاحب پیش کار نے اپنی بیٹی کے جہیز میں پانچ ہزار روپیے دیئے  
نقد روپیہ دینے میں ایک کتنا بڑا یہ نفع ہے کہ اگر داما د آپ کا بخیال آپ کے  
سلیم الطبع اور نیک نفس ہے تو ایک سرمایہ اس کے پاس ہمیا ہو جائے گا جس  
سے وہ کسی قسم کی تجارت کر لے گا۔ زیور وغیرہ کے دینے کو میں چند ان براہمیں  
خیال کرتا۔ اس لیے کہ اس میں نقصان کم ہے مگر یہ پچھے کے کچھے، تابعے  
کے برتن، پلنگ، پیشگی اور تمام اسباب جس کی بالفعل کوئی ضرورت نہیں ہے،  
سوائے داموں پر خرید کر کے لڑکی کے ساتھ کر دینے میں کیا ایسی رسونخت ہے۔  
اگر خدا نخواستہ لڑکے والے اس تدریجیاً محتاج ہیں کہ ان کے چولٹھے پر تو انک نہیں ہو۔  
اس صورت میں البتہ تھوڑا سا اسباب حسب ضرورت دے دیجیے تاک  
آپ کی خوشی ہو جائے درستہ میں تو اس کی بھی رائے نہ دوں گا۔ لڑکا یا اس کے  
والدین حسب ضرورت خرید کر لیں گے۔

قطع نظر فرض انسانی اور انویں اسلامی کے مجھ کو آپ سے محبت ہے۔  
اس لیے یہ چند لکھے بطور نصیحت اپنا فرض بھوکے لکھ دیئے ہیں۔ ابھی رجب کے

بہت دن باقی ہیں۔ امید کہ آپ ان امور پر کامل غور کر کے جواب تحریر فرمائیں گے۔ اگر میری رائے مقبول نہ ہو تو فہرست آپ کی میں نے احتیاط سے صندوقچے میں رکھ چھوڑی ہے۔ اسی فہرست کے مطابق یا اگر کچھ ترمیم کیجئے یا فہرست ترمیم شدہ کے بمحظی کل اسباب میں اپنے ہاتھوں حتی الامکان نہایت کفایت سے خرید کر کے روانہ کر دوں گا۔ اور ہاں خوب یاد آیا۔ میں افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ میری اور والدہ باقر حسین کی شرکت اس تقریب میں نہیں ہو سکتی اور نہ میں اس کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ عزیزی باقر حسین کو آپ کی خوشی کے لیے ضرور بسچ دیتا مگر وہ آج کل میرے ساتھ علم الاجازگی ایک معتبر کتاب کے ترجمہ کرنے میں مصروف ہے۔

میر صاحب! میری صاف گوئی سے خفاف ہو جائے گا۔ میرے خط کے ہر فقرے کو کم از کم دوبار پڑھیے اور اس کے نتائج پر غور کیجئے۔ باوجود علم و فضل کے بھی انسان اگر اپنے اور اپنے متعلقین اور اپنے احباب کی برائی بھلانی پر نظر نہ رکھے توجیف ہے۔

بھابی صاحبہ کو سلام اور بچوں کو دُعا۔

رقیمة خاکسار۔ عَابِد

جناب مزا صاحب معظم بندہ دام مجد کم۔ تسلیم! آپ کے خط کا ایک ایک فقرہ موتیوں میں تولنے کے قابل ہے اور جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کی حقیقت کو میں خوب کچھ ہونے ہوں مگر بعض دجوہ سے میں مجبور ہوں اور میں اس کے ہر نقطہ پر عمل کرتا مگر ہم چشمou خصوصاً عزیز دل کی طعنہ زدنی کا خیال مجھے مجبور کیجئے دیتا ہے۔ ہر صورت میں نے فہرست اسباب میں بہت ترمیم کر دی ہے

ڑکے کے ماں باپ بہت متمول ہیں۔ شاید اس کی نوبت نہ آئے کہ کسی دکان یا کارخانہ کرنے کی بالفعل مزورت ہو، اور ان لوگوں کی بہ ظاہر بھی خوشی معلوم ہوتی ہے کہ حسب معمول جہیز دیا جائے کیوں کہ اُدھر برات وغیرہ کی تیاریاں بہت دھوم دھام سے ہوں گی۔ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اسی تیاری کی حیثیت کے موافق اُدھر بھی سامان کیا جائے۔

اس شادی میں شریک نہ ہونے کا مجھے طال ہوا۔ اسباب بہت جلد روانہ فرمائیے۔

نیازمند  
بدآیت حسین

میر صاحب من تسلیم! آپ کا خط آیا۔ فہرست ترسیم شدہ اور پہلی فہرست کو میں نے ملا کر دیکھا۔ صرف سو، سوا سور و پئے کافر ق ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ میرے خط کا ہر لفظ موتیوں میں تو لئے کے لائق ہے۔ اگر میں بھی آپ کی طرح عبارت آرائی جانتا ہوتا تو اس قدر دانی کے موتیوں سے زیادہ کسی قیمتی چیز سے مثال دے کے شکریہ ادا کرتا۔ آپ کہتے ہیں کہ لفظ لفظ موتیوں میں تو لئے کے لائق ہے مگر افسوس کہ آپ نے اسے ٹھیکریوں میں بھی نہ تو لا۔ اس لیے کہ علم کی قدر عمل یعنی نصیحت کی قدر اس پر کاربند ہوتا ہے میسر صاحب! آخر آپ نے اپنی فضد کی۔ کچھ آپ پر موقوف نہیں۔ تمام قوم تقلید کے دام میں کھپسی ہوئی ہے۔ امیر غیر معقول پر کسی کی طعنہ زنی کا خیال یعنی چہ؟ اسی موقع کے لیے کسی استاد کا ملنے یہ بھڈی سی مثل کہی ہے۔ جس نے کی شرم اس کے پھوٹے "کرم"! میر صاحب! میں پسح کہتا ہوں کہ اس غلطی میں اگر صرف آپ کی ذات

خاص کا ہزار ہوتا تو مجھے چند اس افسوس نہ ہوتا۔ جیف آپ اپنی ضعفِ طبیعت کی وجہ سے ایک ناکردار گناہ معموم بھی کو سرمن خطر میں ڈالتے ہیں۔ آپ کے خط کی عبارت پڑھ کے عرب کی جاہلیت کا زمانہ اور پیاسی ذئب قتلہ والا مضمون میری آشیخوں میں پھر گیا۔ لڑکی کو بے بھجے بوجھے کہیں جھوٹک دینا زندہ دفن کر دینے سے بدتر ہے۔ مگر اب یہ افسوس بالکل بے موقع ہے۔ اسباب آئی ہفتہ خرید کر کے روانہ کرتا ہوں خاطر جمع رکھیے۔

نیاز مند  
عبد

خندوگی دمکرمی جناب مزا صاحبِ ذام بر کائیم تسلیم! آپ کے ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ نے کوئی کتاب "روزانہ زندگی" کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔ اگر وہ چھپ گئی ہو تو ایک جلد اس کی مرمت فرمائیے۔  
ممنون ہوں گا۔

خادم  
مہادیو پرشاد

جناب من۔ ابھی اس کتاب کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی اور شاید وہ کتاب کبھی نہ چھپ سکے۔

ر قیمہ نیاز  
عبد

معظمی جناب مز ا صاحب تسلیم میں ایک مدت سے آپ کی تعریفیں سنائیں گے اور آپ کے خیالات کے معلوم کرنے کا مجھے کمال شوق ہے۔ آپ کے مختصر جواب نے مجھے بالکل مایوس کر دیا۔ ایک تو اس کا سبب تحریر فرمائیے کہ وہ کتاب کیوں نہ چھپے گی۔ دوسرے اگر کوئی کتاب آپ کی تصنیفات سے چھپ کر تیار ہو تو مجھ کو ضرور عنایت کیجیے۔

### علیحدہ خادم - مہادیو پرشاد

جناب میری تصانیف سے جو کتابیں چھپی ہیں وہ سب علمی ہیں۔ فہرست کتب مطبوعہ کی روانہ کرتا ہوں۔ جو کتاب مطلوب ہو پبلیشر کو خط لکھ کر منگوایجیے۔ "روزانہ زندگی" کے نہ چھاپنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مختصر کتاب میں نے مز ا روا صاحب کی فرمائش سے لکھی بھتی۔ وہ ان کے حوالہ کر دی۔ مز ا صاحب نے جو میری لائف تحریر فرمائی ہے اس میں اکثر مضمایں اس رسالے کے موجود ہیں۔ کیوں کہ کتاب "روزانہ زندگی" کا تعلق بالخصوص میری ذاتیات سے تھا جس کو میں نے سیدھے سادے لفظوں میں لکھ دیا تھا۔ مز ا صاحب نے اس کو شاعرانہ ستایش اور دوستانہ نوازش کے ساتھ خلط بحث کر کے ایک عجیب چیز بنادیا جس کو یادہ خود سمجھ سکتے ہیں یا ایسے اصحاب جن کوناول دیکھنے کا شوق ہے۔ خلاصہ یہ کہ میرے واقعات کو ایک دلچسپ فسانہ بنادیا۔ میری پوری لائف کا فلاصلہ یہ ہے کہ "میں ایک چلتی ہوئی کل ہوں جس کی کمائی ضرورت اور جس کی قوت مجبوری ہے"۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ ہر انسان کی لائف کا یہی خلاصہ ہے۔ میری لائف میں میرے بعض رنج کے حالات ایسے لکھ دیے ہیں جن کا مشتہر کرنا شاید اور کوئی شخص گوارا نہ کرتا مگر مز ا صاحب کا خیال ہے کہ اس سے خلق اللہ کو فائدہ

پہنچے گا۔ اگر ایسا ہے اور میری آرزو ہے کہ ایسا ہو تو اس سے بہتر کیا بات ہے۔  
زیادہ نیاز۔

### آپ کا خادم۔ عابد۔

بی۔ ایس۔ سی کا امتحان باقਰ نے مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں پاس کیا تھا۔  
جب والد کو اپنی کامیابی کا حال لکھا۔ اس کے جواب میں جو خط امر زاد صاحب نے  
اپنے لائق فرزند کو لکھا تھا اس کو بعینہ نقل کیے دیتے ہیں۔

عزیز از جان من مرزا باقر حسین سلمہ۔ بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارے  
بی۔ ایس۔ سی۔ ذمگری کا امتحان پاس کرنے کا حال معلوم ہوا۔ اس موقع پر اگر  
میں خوشی نہ ظاہر کروں تو تم ناخوش ہو گے۔ اس لیے تمہاری خوشی کے لیے میں  
نے تمہارے نام کے ساتھ قبل اس کے کریون پورٹی کے ہال سے تم گون پہنے  
ہوئے ڈپلوما ہاتھ میں لے کے نکلو، لفظ بی۔ ایس۔ سی۔ بھی تمہارے القاب میں<sup>علی</sup>  
بڑھادیا اور خلاف معمول آج تمہارے نام کے پہلے لفظ مرزا بھی لکھا ہے۔ واقعی  
اب تم اس قومی اور خاندانی خطاب کے شایان شان ہو۔ میرے نزدیک اسی  
درجہ کی تعلیم شرافت کا تمغہ ہے جس سے میں زندگی میں نامساعدت زمانہ کی وجہ  
سے خرد مرہا مگر یہ اچھی طرح یاد رکھنا کہ خالی شرافت کا تمغہ بھوک پیاس کی  
تسکین کے لیے کافی نہیں ہے۔ ہر ایک طبعی حاجت کے لیے طبعی مشقت ضروری  
ہے۔ اگر تمہارے لیے کوئی پانی نہ بھرے تو جب پیاس لگئی تو تم ہی کو ڈول لے  
کے خود ہی کنویں پر جانا پڑے گا۔ اگر کوئی تمہارے لیے روٹی نہ پکائے تو تمہیں  
خود ہی پکانا پڑے گی۔ تم ماشاواللہ خود صاحب علم ہو۔ بھوکے زیادہ اس بات  
کو بھکھ سکتے ہو کہ جو تحریک مبنی قوت سے ایک مرتبہ ہوئی ویسی ہی تحریک کے لیے

اتسی ہی قوت ہمیشہ لازمی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر علم میکانات میں کوئی مقیاس نہ مقرر ہو سکتا اور نہ اس علم کا انضباط ہو سکتا۔ نظامِ سی اور سیارات سے لے کر ایک قطرہ آب بلکہ ہر ذرہ اس میکانی قانون کے تابع ہے۔ *قَذَاكُثَّ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ فِي زَلْجَنِهِ*

روئی "بغیر محنت کے نہیں مل سکتی۔ میری مراد جمایی اور طبیعی محنت سے ہے۔

وہ شغل پیکاری جسے لوگ دماغی محنت کہتے ہیں، میرے نزدیک اس مقصد کے لیے مفید نہیں۔ ہاں کلوں کی ایجاد سے انسان کو یہ فائدہ ہوا کہ مشقت بدینی میں کفایت اور بچت ہو گئی مگر تحریک اور محرک کی قتوں میں جو مساوات بھی وہ یعنیہ باقی ہے۔ جو کام جس قوت سے ہوتا تھا وہ اب بھی اسی قوت سے ہوتا ہے۔ کلوں کی ایجاد نے کام کی مقدار کو بڑھا دیا۔ مگر اس سبب سے کام کی ضرورت دنیا میں زیادہ ہو گئی اور یہی وجہ ہے کہ انسان کو پھر بھی فرصت نہ ملی۔ جتنا کام کی ضرورت بڑھی کلوں نے اتنی ہی محنت کا پکاؤ کر دیا۔ اگر معادلت کے دونوں طرف سے یہ دونوں برابر چیزیں نکال لی جائیں تو پھر بھی انسان کی ذاتی حاجت ایک طرف اور اس کی ذاتی مشقت دوسری طرف باقی رہ جائے گی۔ یہ ایک ایسی ضروری معادلت ہے جو تاقیا م قیامت (بلکہ اس کے بعد بھی) باقی رہے گی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کلوں کی ایجاد کے بعد کار خانوں میں کاریگر نظر آتے نہ کھیتوں میں کشت کار۔

مثلًا روئی کی ضرورت جو سب ضرورتوں سے زیادہ ہے۔ اسی کا حال تیکھو تمام عالم کی زمین مزروعہ۔ ایک رقبہ آراضی محدود ہے۔ انسانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ کلوں کی ایجاد نے جتنا محنت کا پکاؤ کر کے پیداوار کو بڑھایا اتنے ہی کھانے والے بڑھ گئے۔ کھانے والوں کے بڑھنے سے ماٹگ زیادہ ہو گئی قیمت بڑھ گئی۔ قیمت کا بڑھ جانا نابعینہ محنت کا بڑھ جانا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ماٹگ کے بڑھنے سے دسا در بڑھ جاتا ہے اور اس سے قیمت بڑھ جاتی ہے۔ یہ نسبت ہمیشہ دو

خاص فضول کے مابین مختی برصحتی رہتی ہے۔

ایک لطیف تھیں سناتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست تھے۔ پادری صاحب تازہ ولایت۔ ایک دن میں اُن کی ملاقات کو گیا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ خس کی ٹیکاں لگی تھیں۔ پنکھا قلی پنکھا چینخ رہا تھا۔ اتفاقاً پنکھا قلی کسی ضرورت سے پنکھا چھوڑ کے چلا گیا۔ سخت گرمی ہو گئی۔ اس پر کچھ ذکر جلا۔ پادری صاحب نے فرمایا۔ واقعی بڑا سخت کام ہے۔ دن بھر را تھا نہیں رکتا۔ اگر اب کی میں ولایت گیا تو اس مقصد کے لیے ایک کل بنوالاؤں گا۔ صاحب نے ایسا ہی کیا۔ پنکھا چینخ کی کل ایجاد کی۔ ولایت سے بنوائے کلے۔ مگر اس سے کیا ہوا۔ سخت کا خرچ تقریباً دو ہی رہا۔ اس لیے کئی سور و پی صرف کر کے کل تیار ہوئی۔ پھر ہندستان میں آنے جانے کا خرچ۔ اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو وہی ماہوار کی پڑ جائے گی۔ پنکھا قلی بیکار نہ رہا ہو گا۔ حاجتوں نے اس کو اور کام میں لگا دیا ہو گا۔

خلاصہ تقریر یہ ہے کہ کلوں کے ایجاد ہونے نے آدمی کو بیکار نہیں کر دیا۔ میری رائے میں بدلتی سخت کرنا ہر شخص پر واجب ہے اور واجب بھی کیسا یعنی نہ کافی۔ اس لیے ایک مثال لکھتا ہوں جس سے میں خیال کرتا ہوں کہ میرا مطلب تم بخوبی سمجھ جاؤ گے۔ تھوڑی دیر کے لیے فرض کرو کہ تم اپنے فارم پر ہو اور برسات کا زمان قریب ہے۔ مٹا کچمار نے اپنا چھپر باندھا ہے۔ اب وہ اٹھا کے کچی دیواروں پر رکھنا چاہتا ہے۔ لوگ چھپر اٹھانے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ صرف ایک آدمی کی کمی ہے۔ تم موجود ہو۔ کیا ایسی حالت میں اپنی بی۔ ایس۔ سی۔ کی ڈگری کا تفاخر اپنے دماغ میں لیے ہوئے اسٹیدی رومن (کتاب دیکھنے کا کمرہ) میں بیٹھ رہو گے اور اس غریب کے چھپر اٹھانے

کی مختلف اپنی شان کے خلاف سمجھو گئے، مجھے تمہارے اخلاق کے کبھی امید نہیں ہو سکتی۔ اسی مثال سے سمجھو تو نو علی ضرورتوں کا بار اٹھانے کے لیے قوت اجتماعی کی ضرورت ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کے لیے شخص کو حصہ رسیدی طبعی مشقت کرنا فرض ہے۔ شخص کو کم از کم اتنا کام ضرور کرنا چاہیے جو اس کی ذاتی حاجتوں کی مسادات کو پورا کر دے اور اپنی ذاتِ خاص کے لیے اس کو دوسروں کا بارہ اٹھانا پڑے۔

ہمارے ملک کے دیہات کا دستور ہے کہ فصل کی تیاری کے وقت پچھ لوگوں کے حقوق نی لیکھ یا نی کھیت دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ فقیر کا بھی ہوتا ہے۔ جو لوگ بلا محنت دنیا کی کھیتی سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان کا حال مثل ان درہاتی فقروں کے ہے۔

میں اس حق کو کوئی حق نہیں سمجھتا۔ بلکہ یہ ایک قسم کا صدقہ ہے جو اور لوگ اپنی عنایت سے بیکاروں کو دے دیتے ہیں۔ ہمارے گاؤں کے قریب کفایت ملی شاہ ایسے ہی فقروں میں سے ہے جس کو فصل پر انانج دیا جاتا ہے۔ اس کا دینا ہمیشہ کھلتا ہے۔ مگر ایک دن میں خود اس کے تکیے کی طرف نکل گیا۔ اس دن سے میرادہ خیال بدل گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی ذات سے آئند ورند کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے خصوصاً لوگوں کو۔ گنوار بھاری بھاری بوجہ اٹھائے ہوئے پسینہ پہنچتے ہوئے دھوپ میں جلتے وہاں آگر سایہ دار درختوں کے نیچے دم رکھنڈی ہوا کھاتے ہیں۔ اس کنوں سے جو اس کا ذاتی بنوایا ہوا ہے، پانی پیتے ہیں مسلمان اسی کے گھروں سے اور ہندو خود بھر لیا کرتے ہیں۔ کھیک میں آگ تیار رہتی ہے۔ لوگ چل میں بھر بھر کر پیتے ہیں۔ غرضاً اصول کفایت عامت نے کفایت ملی شاہ کو بھی بیکار نہیں چھوڑا۔

شہروں میں بہت سے تکھے عالم، فاضل، مولوی، پادری، پنڈت، اتنا فائدہ بھی فلق اللہ کو نہیں پہنچاتے۔ نظامِ معاشرت سے اگر ان کو کچھ وصول ہوتا ہے تو وہ ہرگز ان کا حق نہیں ہے۔ تم کہو گے کہ اخلاقی فائدہ ان سے پہنچتا ہے۔

ہاں یہ پسح ہے۔ مگر اتنا ہی اخلاقی نقصان بھی پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ لوگ ان کی عزت اور شان و شوکت دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں اور اسی قسم کے طریقہ زندگی کو پسند کر کے اسی مقصد سے تحصیل علم کرتے ہیں۔ اور ویسے ہی اخلاق اخذ کر کے ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین بن جاتے ہیں۔ ان کی اولاد اکثر حالتوں میں اپنے آبائی علم و فضل میں جس کی مقدار بہت ہی کم ہے حد سے زیادہ فخر کرتے ہیں۔ اور لوگ اس خیال سے کہ ان کو تحصیل علم و فضل کاموروثی ملک حاصل تھا اور اس کے اکتساب کا ذریعہ بھی ان کے پاس موجود تھا۔ ضرور ہے کہ یہ لوگ نسبت اور لوگوں کے زیادہ تر عالم و فاضل ہوں، ان کی قدر کرتے ہیں اور ان کو بلا محنت جو یہ عزت حاصل ہو جاتی ہے اسی وضع کو ان کی اولاد اختیار کر لیتی ہے۔ رفتہ رفتہ علم و فضل خاندان سے مفقود ہو جاتا ہے۔ اور صرف تفاخر باقی رہ جاتا ہے۔

نئی روشنی والوں میں یہی حال ان لوگوں کا ہے جو ریفارمنٹ میجھے ہیں۔ خود را فضحت و دیگران رانصیوت۔ اور اکثر حالتوں میں اسی کو ذریعہ معاش قرار دے لیتے ہیں۔

میں نے سنایا ہے کہ تم لاکلاس اٹنڈ کرتے ہو (ٹپڑتے ہو) میں کسی قسم کے تحصیل علم کو منع نہیں کرتا بلکہ علم قانون کا حاصل کرنا بہت ضروری

ہے جس سلطنت کے ہم تابع ہیں، اُس کے قانون جاننا ہم پر فرض ہے۔ مگر اتنی نصیحت اگر بُوڑھے باپ کی ماں گے تو تمہارے لیے بہت مفید ہو گا۔ میری رائے میں ان پیشہ دروں کو روحاںی مسرت نجھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے دنیا کے جھگڑوں سے ایک دم فرصت نہیں ملتی۔ اگرچہ اصل پیشہ دکالت بُرا نہیں۔ مگر بڑی احتیاط کا کام ہے۔ ہمارے شہر میں چند وکیلوں نے جو احتیاط اس باب میں کی ہے وہ ان کا حصہ ہو گیا۔ شاید تم سے نبھے سکے گی۔ غاصب و ظالم کی حمایت کرنا ہر مرد ہب میں ناجائز ہے اور مجھے خوف ہے کہ اس پیشے میں اس کا خیال مکتر رہتا ہے۔

ابنینیری اور اس سے بہتر ڈاکٹری ہے۔ اگر یہ تم سے ہو سکے تو کرو مدنہ میرے پاس چلے آؤ اور میرے ساتھ ہل جو تو۔ یہ بہت ہی عمدہ کام ہے۔ بڑے لطف سے زندگی لکھتی ہے۔ اطمینان، فراغت، صحت، سب کچھ اسی کام میں ہے۔ (کنٹری لاٹ) دیہات کی زندگی بس کرنے کا مزا ہیں شہر کیا جائیں۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ مجھے اسی دنیا میں خدا نے بہشت عطا فرمائی ہے۔ اگر تمہیں خدا توفیق دے تو تم بھی یہی لاٹ اختیار کرو۔ نوکری کے خیال میں نہ پڑو۔ بڑی بڑی ذمہ داریاں اپنے سر پر لے لینا آسان ہے۔ مگر اس کا نبنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میرے بیتے جی تم ان جھگڑوں میں نہ پڑو۔ آؤ چند روز کی زندگی کسی نیک کام میں صرف کریں۔

یاد رکھو کہ ایک نا ایک دن ایسا آنے والا ہے جب علوم ملکی زبان میں سکھائے جائیں گے۔ اگر فی زمانہ بعض عقول اس امر سے اختلاف کیا تھا کہ ہماری زبان یعنی اردو علمی نہیں ہو سکتی۔ لہذا تعلیم

علوم انگریزی زبان میں ہوتا چاہے ہے۔ یہ اختلاف شخص موجودہ ضرور توں کے انتشار سے تھایا اس ملاؤسی کی وجہ سے جو اردو کی کم مانگی پر نظر کر کے پیدا ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں یہ کوشش کیے بغیر ملاؤس ہو جانا شیک نہیں۔ ع

ایں فتویٰ ہمت بود ارباب ہمدرد  
میں نے تمہاری بے اجازت تمہاری دلیل شرڈ لکشنازی کو جلد سے  
نکال کر اس کے اجزاء میلی رہ کر دیے اور انٹر لیو کر کے دو دو صفحوں  
کا ایک جزو جدا کر لیا ہے جس قدر الفاظ اور اصطلاحات علمی الفاظ  
انگریزی کے مقابلے میں مجھے کو یاد ہیں ان کو مکھتا جاتا ہوں۔

دلیل شرڈ لکشنازی کے صفات کا شمار ۱۴۸۱ ہے۔ اگر بحساب او سط  
ایک صفحہ وزن لکھا جائے (جو کم از کم ہے) اور ایک گھنٹہ اس کام میں  
صرف پو (بوزیادہ سے زیادہ ہے) تو چار برس سات ہفتینے گیارہ دن  
میں کل دلیل شرڈ ہنسنے کھلتے مترجمہ ہو جائے گی۔ ایک گھنٹہ روزانہ اس  
کاریا ہم کے لیے صرف کرنا کچھ ایسا بار نہیں ہے اور اگر اس کا شوق تم کو بھی  
دیساہی ہو جیسا کہ مجھے ہے اور پانچ گھنٹہ روز ہم تم مل کے محنت کر سکیں  
تو کل کام ۳۳۶ روز میں یعنی گیارہ ہفتینے میں تمام ہو سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بعض الفاظ انگریزی کے مقابل مشکل سے لفظ  
لیں گے۔ مگر یہ تم جانتے ہو کہ مجھے لفظوں کے تحریک صنے میں ایک خاص ملکہ  
ہے۔ جب تم میرے ساتھ کام کرو گے تو عجب نہیں کہ چند روز میں یہ صفت  
تم میں بھی پیدا ہو جائے۔ شاید تم کہو کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کی دلیل  
جھٹے سے سنو۔